© rasailojaraid.com

مباحثہ ومکالمہ

مکاتیب

(۱)

بسم اللہ

لندن، ۲۹ر جولائی ۲۰۱۳ء

مکرم ومحترم مولانا زاہد الراشدی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جون کا شمارہ پا کر میاں عمار صاحب کو لکھا تھا کہ بھئی یہ زاہد صدیق مغل صاحب (جو مغربی اخلاق پر لکھ رہے ہیں) یہی تو نہیں تھے جنھوں نے مولانا تقی عثمانی صاحب اور اسلامی بینکنگ پر کافی لکھا تھا؟ یہ تو بس یونہی خیال آیا تو پوچھ لیا ورنہ کوئی خاص مقصد نہ تھا۔ بہر حال، وہ ہوں یا کوئی دوسرے صاحب،

یہ مضمون چونکہ ہم ''مغرب باسیوں'' سے گہرا تعلق رکھتا ہے اس لیے پڑھنے میں دلچسپی ہوئی۔ مگر یہ Morality اور Ethics کی اصطلاحوں میں بات سے مضمون کا جو مطالبہ ہم لوگوں اور تمام ان لوگوں سے ہے جو مغرب کی بعض اخلاقیات کی تعریف یا اعتراف کیا کرتے ہیں اس پر تو علامہ اقبال کا شعر ؂

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں ہیں دانا   غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

یاد آنے لگتا ہے۔ ہمیں ان کے اخلاق سے مطلب ہے کہ ان کی اخلاقیات کے پس منظر سے؟ ہمارا ان کا کوئی معاشرتی تعلق تو ابھی تک بنا نہیں ہے۔ زیادہ تر بس وقتی باہمی رابطہ کی نوبت مختلف صورتوں رہتی ہے اور اس میں جوان کے اخلاق یا Behaviour کا پہلو سامنے آتا ہے تو بالکل قطعی بات ہے کہ اس میں مجموعی طور پر وہ ہمارے لوگوں سے فائق ٹھہرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے شرمانا نہیں چاہئے کہ ان ''کفار'' نے ہمیں اپنی بہت سی بھولی باتیں یاد دلائی ہیں۔

موصوف فرماتے ہیں کہ:

''مغرب کا اجتماعی نظم اعلیٰ اخلاق کا نہیں بلکہ انتہائی رزیل انسانی احساسات پر مبنی (حرص، حسد، شہوت، غضب، طولِ امل، حبِ جاہ، دنیا و مال) اور اس پر قائم ہونے والی ادارتی صف بندی۔۔۔۔۔ کے قیام کے لیے مطلوب نظم کی پابندی کا غماز ہے۔ جس میں اعلیٰ اخلاق (مثلاً للٰہیت، عشقِ رسول، شوقِ عبادت، خوفِ آخرت، طہارت۔ تقویٰ، عفت، حیا، ایثار، (وغیرہ وغیرہ) کے پنپنے کا کوئی امکان موجود نہیں رہتا۔'' (ص ۱۹۔۲۰)

یہ اعلیٰ اخلاق کی جو مثالیں مصنف دے رہے ہیں، یہ عام انسانوں سے متعلق ہیں یا خاص ایمان باللہ والوں سے! مغربی اخلاق کی تعریف کرنے والا وہ کون مسلمان ہے جو اِن خاص مؤمنانہ اخلاق کے مفہوم میں مغربیوں کو سندِ اخلاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیتا ہو، جس کو رد کرنے کے لیے موصوف نے اتنے طویل اور دقیق مضمون کی ضرورت محسوس فرمائی؟ اور پھر یہ بھی سمجھ سے بالکل ہی باہر قسم کی بات ہے کہ کسی اخلاقیات کا تعلق ''حرص، حسد، شہوت، غضب، طولِ امل وغیرہ جیسی چیزوں سے ہو۔ پتہ نہیں مصنف کس عالم کی بات کرتے ہیں!

حضرت علیؓ کی طرف ایک سیدھا سا قول منسوب ہے کہ حکومت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے ظلم کے ساتھ نہیں۔ اور یہ وہ سچائی ہے جسے سارے زمانے دیکھتے آرہے ہیں۔ مگر یہ مقولہ ہمارے مصنف کے خاص خیالات سے (جن کا اظہار اوپر کے اقتباس سے ہو رہا ہے) ٹکرا جاتا ہے، تو اس کی تاویل وتوجیہ میں موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ عدمِ توازن کی ایسی مثال ہے جس کے بعد کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ پتہ نہیں کہاں سے مصنف کے ذہن وہ کچھ خیالات سما گئے ہیں کہ انھوں نے پھر ایسی عجیب باتوں میں کوئی تامل ان کے لیے نہیں رہنے دیا۔ یہ سوال بالکل صحیح ہے کہ مغرب کی انسانیت جو اندرونی اخلاق میں نظر آتی ہے وہ ان کے اپنے ملک سے باہر نکلتے ہی کہاں چلی جاتی ہے۔ کہ سب غیر انسانی حرکات میں بے مہار ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے تو وہ بھی اختلاف نہیں کرتے جو اندرون ملک ان کے بہتر اخلاقی رویہ کو سراہتے ہیں۔ اور اس کا جواب مغرب کے ذمہ ہے جو اپنی مطلق برتری کا دعویٰ کرتی ہے۔ اسی ضمن میں ایک سوال مصنف نے اور اُٹھایا کہ اولاد بوڑھے ماں باپ کی خود خبر گیری کے بجائے انھیں اولڈ پیوپلز ہومز کے حوالے کیوں کرتی ہے؟ اس کے بارے میں مصنف کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان ملکوں میں لڑکا یا لڑکی جہاں بلوغ کی عمر (۱۶ یا ۱۸ سال) کو پہنچے یہاں کے معاشرتی دستور میں ان کی رہایش پھر ماں باپ کے ساتھ نہیں رہتی۔ پرندوں کے بچوں کی طرح کہ جہاں پر نکلے اپنا آب ودانہ خود تلاش کرتے اور الگ ٹھکانہ بناتے ہیں۔ اس کو ذہن میں رکھئے تو پھر یہاں کا یہ چلن ان لوگوں کے عدمِ انسانیت کا ثبوت شاید نہیں بنتا۔

محترم مولانا راشدی صاحب، میں ان دنوں اپنے سلسلۂ محفل قرآن کی تیسری جلد تیار کرنے میں ایسا مصروف ہوں کہ کسی اور بات میں حصہ لینے کو نہ وقت نکلتا ہے نہ دل دماغ میں طاقت رہتی ہے۔ مگر یہاں کی زندگی میں یہاں کے نظامِ اجتماعی سے جو آرام اور فائدہ اٹھائے ہیں اور ان کا سلسلہ جاری ہے، بس ان کے خیال سے ارشادِ نبوی ''مَن لَّمْ یشکرِ الناس لم یشکرِ الله'' کا تقاضہ نظر آیا کہ یہاں والوں کے ساتھ زیادتی دیکھی جائے تو اس کے بارے میں بقدرِ ضرورت اپنے احساس کا اظہار کر دیا جائے۔ والسلام

مخلص، عتیق الرحمٰن (سنبھلی)، لندن

(۲)

الشریعہ کے تازہ شمارے (اگست ۲۰۱۳ء) میں مولانا عبد الجبار سلفی ڈائریکٹر ختم نبوت اکیڈمی لاہور کا شیعوں کے کفریہ عقائد کی وضاحت پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جو ان کی ایمانی غیرت اور دینی حمیت کا غماز ہے۔ لیکن اس میں ان کا ایک پیرا پڑھ کر سخت تعجب ہوا کیونکہ وہ واقعے کے خلاف ہے۔ وہ پیرا حسب ذیل ہے۔

''اگر کہا جائے کہ تقلید ائمہ کے بغیر عوام کے لیے دین پر چلنا مشکل ہے اور تارکین تقلید گمراہ ہیں، اس پر جب تارکین تقلید کی نشاندہی کروائی جائے گی تو سوائے غیر مقلدین کے کس کا نام لیا جائے گا؟ جنہیں اہل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کہا جائے کہ حضور اقدس کی بعد از وفات برزخی حیات پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس کا انکار نظریۂ اہل سنت سے مفروری ہے اور جب پوچھا جائے گا کہ یہ کون لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات کے منکر ہیں؟ تو کم از کم ہمارے وطن (پاکستان) میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کے غالی معتقدین کا نام لیا جائے گا۔'' (ص ۳۳)

اس پیرے میں اہل حدیث پر جو کرم فرمائی کی گئی ہے، اس پر گفتگو مقصود نہیں ہے، اہل حدیث پر یہ کرم فرمائیاں صدیوں سے جاری ہیں، البتہ اس میں شدت ڈیڑھ صدی قبل جب دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، اس وقت سے آئی ہے۔ تاہم فاضل مضمون نگار سے ایک سوال کرنے کو ضرور جی چاہتا ہے۔

صحابہ وتابعین کے دور میں کیا تقلید کا وجود تھا؟ اگر نہیں تھا اور یقیناً نہیں تھا تو کیا اس وقت عام لوگوں نے دین پر مکمل عمل نہیں کیا؟ کیا دین پر عمل کرنے میں ان کو واقعی مشکلات پیش آئیں، محض اس وجہ سے کہ اس وقت تقلید ائمہ کا سلسلہ نہیں تھا؟ اور آج بھی الحمدللہ کروڑوں اہل حدیث تقلید ائمہ کے بغیر دین پر بغیر کسی مشکل کے مکمل عمل کر رہے ہیں، کیونکہ دین پر عمل کرنے کے لیے تقلید شخصی ضروری نہیں، صرف علمائے دین کی طرف مراجعت ضروری ہے اور یہ عوام کے لیے ناگزیر ہے اور اہل حدیث عوام فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے تحت علماء سے دینی معلومات حاصل کر کے دین پر عمل کرتے ہیں۔

صحابہ کرام وتابعین عظام کے دور کے لوگوں کا یہی طرز عمل تھا جس پر اہل حدیث عمل پیرا ہیں، اس کا نام اگر گمراہی ہے تو سوچ لیجیے اس کی زد میں سب سے پہلے کون لوگ آئیں گے؟ اہل حدیث کے بارے میں آپ حضرات نے جو تصورات قائم کیے ہوئے ہیں جن کی بنا پر آپ بغیر کسی تأمل کے گمراہ ہونے کا فتویٰ عائد کر دیتے ہیں، وہ سب خلاف واقعہ، توہمات ومفروضات کا شاخسانہ اور ان کے عمل بالحدیث کے خلاف تعصب کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں تو اس کا فیصلہ ہونے سے رہا کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ تاہم روز قیامت بارگاہ الٰہی میں یہ فیصلہ ضرور ہوگا کہ گمراہ کون تھا؟

تاہم اس مراسلے کی ضرورت مسلک اہل حدیث کی وضاحت کے لیے پیش نہیں آئی بلکہ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی کی بابت فاضل مضمون نگار کی غلط بیانی یا غلط فہمی اس کی اصل وجہ ہی ہے۔ فاضل مضمون نگار نے سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور ان کے غالی معتقدین کو حیات برزخی کا منکر قرار دیا ہے جب کہ حیات برزخی پر امت کا اجماع ہے۔

بلاشبہ حیات برزخی پر امت کا اجماع ہے، لیکن راقم کی معلومات کے مطابق سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور ان کے ہم نوا حیاتِ برزخی کے منکر قطعاً نہیں ہیں۔ ان کا اختلاف اپنے ہی ہم مسلک دوسرے دیوبندی علماء سے یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ابدی قانون کے مطابق موت سے ہم کنار ہو کر دنیا سے چلے گئے، اب دنیا سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ البتہ حیات برزخی ان کو حاصل ہے لیکن اس حیات کی نوعیت اللہ ہی جانتا ہے، ہم اس کی نوعیت و کیفیت سے نہ آگاہ ہیں اور نہ ہو ہی سکتے ہیں۔

اس کے برعکس دوسرے دیوبندی علماء کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کو اسی طرح کی زندگی حاصل ہے جس

© rasailojaraid.com